امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنے دور حکومت میں فدک کا مطالبہ کیوں نہیں کیا؟

<"xml encoding="UTF-8?>

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنے دور حکومت میں فدک کا مطالبہ کیوں نہیں کیا؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1. شبهه کا عنوان:

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنے دور حکومت میں فدک کا مطالبہ کیوں نہیں کیا؟

2. سوال شبهه:

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے دور حکومت میں فدک کو واپس کیوں نہیں لیا؟

3. شبهه کا متن:

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے دور حکومت میں فدک کو غاصبوں سے واپس کیوں نہیں لیا؟

کیا یہ فدک کی جائیداد پر اہل بیت علیہم السلام کی ملکیت نہ ہونے کی علامت نہیں ہے؟

نتیجے کے طور پر اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے خلفائے سقیفہ کے درمیان ہونے والے جھگڑے میں ابوبکر صحیح ہیں۔

3. شبهه کا جواب:

اس شبهه کا جواب تین عمومی شعبوں میں دیا جا سکتا ہے، جن میں شامل ہیں: "نواصب کی مبینہ ذمہ داری کی خلاف ورزی"، "میکرو سوسائٹی مینجمنٹ کی ضروریات کی تعمیل کرنا" اور "فاطمی قیام کی حکمت اور اہداف

کے ساتھ فدک پر قبضہ کرنے کا تنازع"۔

3/1۔ پہلا جواب: "حکومت کے دوران فدک کی جائیداد پر قبضہ نہ کرنے" اور "فدک کی جائیداد کی عدم ملکیت" کے درمیان تعلق کی خلاف ورزی:

پہلا مقدمه: فدک پر اہل بیت علیہم السلام کی ملکیت یقینی ہے، جو قطعی روایات اور اہلسنت کی کتب اور تاریخی شواہد سے تیس سے زائد سند سے ثابت ہے۔

رک: آیت الله وحید خراسانی، فدک نحله خاتم، ص 85، انتشارات مدرسه باقر العلوم علیه السلام، چاپ اول، 1399، یک جلد

متعدد روایات جو آیت " وَ آتِ ذَا الْقُرْبى حَقَّهُ..." (اسراء/26) کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ یہ اس حقیقت سے بخوبی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں حکم الٰہی سے فدک حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو دیا اور اسے اپنی ملکیت قرار دیا:

شیعہ منابع سے روایات کی مثالیں:

ایک: تفسیر قمی کی ایک روایت:

«...و قوله وَ آتِ ذَا الْقُرْبى حَقَّهُ وَ الْمِسْكِينَ وَ ابْنَ السَّبِيلِ(روم/38) يعني قرابة رسول الله صلى الله عليه و آله و أنزلت في فاطمة عليها السلام فجعل لها فدك و المسكين من ولد فاطمة سلام الله عليها و ابن السبيل من آل محمد صلى الله عليه و آله و ولد فاطمة سلام الله عليها».

"آیت وَ آتِ ذَا الْقُرْبى حَقَّهُ وَ الْمِسْكِينَ وَ ابْنَ السَّبِيلِ"قربی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں اور یہ آیت حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی موجودگی میں نازل ہوئی اور خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فدک کا مال ان کو اور محتاج بچوں اور باقی آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا کو عطا فرمایا۔

قمی، علی بن ابراهیم، تفسير القمي، ج2 ؛ ص18 قم، چاپ: سوم، 1404ق.

دو: تفسیرعیاشی کی روایت:

47- عن أبان بن تغلب قال قلت لأبي عبد الله عليه السلام : كان رسول الله صلى الله عليه و آله أعطى فاطمة سلام الله عليها فدكا قال: كان وقفها، فأنزل الله: «وَ آتِ ذَا الْقُرْبى حَقَّهُ» فأعطاها رسول الله صلى الله عليه و آله حقها، قلت: رسول الله صلى الله عليه و آله أعطاها قال: بل الله أعطاها.

ابان بن تغلب بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو دیا تھا؟ اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کو اپنے پاس رکھا تھا۔ خدائے بزرگ و برتر نے آیت "وَ آتِ ذا القربی حقہ" نازل فرمائی تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا حق ادا فرمایا۔ ابان کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو دیا تھا؟ اس کے جواب میں فرمایا: بلکہ خدا نے فدک حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو عطا فرمایا۔

عیاشی، محمد بن مسعود، تفسير العيّاشي، ج2 ؛ ص287 تهران، چاپ: اول، 1380 ق.

اہلسنت کی کتب سے سند کی نمونہ:

ابو یعلی موصلی جو قدمای اھل سنت میں سے ہیں، ابو سعید خدری سے ایک روایت اس طرح نقل کرتے ہیں:

«قَرَأْتُ عَلَى الْحُسَيْنِ بْنِ يَزِيدَ الطَّحَّانِ فَقَالَ: هُوَ مَا قَرَأْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ فُضَيْلٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتِ الآيَةُ: وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ. دَعَى النَّبِيُّ صلي الله عليه وسلم فَاطِمَةَ وَأَعْطَاهَا فَدَكَ».

"ابو سعید خدری (ایک مشہور صحابی) نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: ”ان کو رشتہ داروں کا حصہ دو“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک عطا فرمایا۔

أبو يعلى الموصلي التميمي، أحمد بن علي بن المثنى (متوفاي307 هـ)، مسند أبي يعلى، ج 2، ص 334 و ج 2، ص 534، تحقيق: حسين سليم أسد، ناشر: دار المأمون للتراث - دمشق، الطبعة: الأولى، 1404 هـ – 1984م.

اسی روایت کو انہوں نے سند میں معمولی فرق کے ساتھ ایک اور جگہ اس طرح نقل کیا ہے:

«قَرَأْتُ عَلَى الْحُسَيْنِ بْنِ يَزِيدَ الطَّحَّانِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ خُثَيْمٍ، عَنْ فُضَيْلٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: Gوَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُF دَعَا النَّبِيُّ صلي الله عليه وسلم فَاطِمَةَ وَأَعْطَاهَا فَدَكَ».

أبو يعلى الموصلي التميمي، أحمد بن علي بن المثنى (متوفاي307 هـ)، مسند أبي يعلى، ج 2، ص 534، تحقيق: حسين سليم أسد، ناشر: دار المأمون للتراث - دمشق، الطبعة: الأولى، 1404 هـ – 1984م.

یہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح اور معتبر ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کو "عطیہ العوفی" کی معتبریت پر شک ہو کہ اس کو کمزور کرنے کے سوال کا جواب جاننے کے لیے آپ درج ذیل لنک سے رجوع کر سکتے ہیں:

https://www.valiasr-aj.com/persian/shownews.php?idnews=

دوسرا مقدمه: گزشتہ خلفاء کے دور میں اہل بیت علیہم السلام نے واضح طور پر اپنے حق کا مطالبہ کیا تھا۔ حضرت زہرا (سلام اللہ علیہا) اور حضرت علی (علیہ السلام) کا اپنے حقوق کے بارے میں مطالبہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر مستند اہلسنت کی کتب میں بیان ہوا ہے:

«حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ - عَلَيْهَا السَّلاَمُ - بِنْتَ النَّبِىِّ - صلى الله عليه وسلم - أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِى بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ ، وَمَا بَقِىَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ ...».

(.…عائشہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ نے ابوبکر کو پیغام بھیجا اور اس نے اپنی وراثت کا مطالبہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں سے، اس میں اس کا حصہ بھی شامل ہے جو اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ، فدک اور خیبر خمس میں عطا کیا تھا.…)

بخاري جعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله (متوفاي256هـ)، صحيح البخاري، ج4، ص 1549، ح:3998، تحقيق د. مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت، الطبعة: الثالثة، 1407 - 1987 قشيري نيشابوري، مسلم بن الحجاج أبو الحسين، صحيح مسلم، ج3، ص1380، ح: 941، ناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، 5جلد، به همراه تحقيقات محمد فؤاد عبد الباقي بيهقي، أحمد بن الحسين بن علي، سنن البيهقي الكبرى، ج10، ص 142، ناشر: مكتبة دار الباز، مكة المكرمة ، 1414 – 1994، تحقيق: محمد عبد القادر عطا،10جلد

ان روایات کے مطابق اہل بیت علیہم السلام فدک کے غاصبوں اور ان کے سربراہ شیخین کو فاسق، جھوٹے، غدار، چالباز اور گنہگار سمجھتے تھے:

«... فقال أبو بكر قال رسول الله صلى الله عليه و سلم (ما نورث ما تركنا صدقة) فرأيتماه كاذبا آثما غادرا خائنا والله يعلم إنه لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفي أبو بكر وأنا ولي رسول الله صلى الله عليه و سلم وولي أبا بكر فرأيتماني كاذبا آثما غادرا خائنا...»

"... ابوبکر نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم انبیاء میراث نہیں چھوڑتے اور جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے" اور تم دونوں [امیر المومنین علی (علیہ السلام) اور عباس] اسے غدار، جھوٹا، غدار اور گنہگار سمجھتے تھے، جب کہ خدا جانتا ہے کہ وہ سچا، نیک، صالح اور حق کا فرمانبردار تھا۔ پھر ابوبکر کا انتقال ہوا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرکا جانشین ہوا، لیکن تم دونوں مجھے غدار، جھوٹا، غدار اور گناہ گار سمجھتے ہو..."

قشيري نيشابوري، مسلم بن الحجاج أبو الحسين، صحيح مسلم، ج3، ص1376، ح: 941، ناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، 5جلد، به همراه تحقيقات محمد فؤاد عبد الباقي

بخاري جعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله (متوفاي256هـ)، صحيح البخاري، ج 6، ص 2663، ح6875، تحقيق د. مصطفي ديب البغا، ناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت، الطبعة: الثالثة، 1407 – 1987

بيهقي، أحمد بن الحسين بن علي، سنن البيهقي الكبرى، ج6، ص 297، ناشر: مكتبة دار الباز، مكة المكرمة ، 1414 – 1994، تحقيق: محمد عبد القادر عطا،10جلد

تیسرا مقدمہ: حق کا مطالبہ نہ کرنا، ملکیت نہ ہونے یا دوسرے فرد کے قبضے میں ہونا رضامندی کا دلیل نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں "ایک خاص وقت پر ناقابل تردید حق کا مطالبہ نہ کرنا" اور "اس کا حق نہ ہونا" کے درمیان بنیادی طور پر کوئی شرعی، عقلی یا عرفی تعلق نہیں ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی حق کا مالک کسی

رکاوٹ کی وجہ سے کسی خاص وقت پر اس کا مطالبہ نہیں کرتا۔

نتیجہ: اہل بیت علیہم السلام کی مطلق ملکیت، فدک کی جائیداد اور خلفائے راشدین سے اس کے مطالبے کے بارے میں، مطالبہ کو ترک کرنے اور ایک خاص وقت میں، یعنی علی علیہ السلام کے دور میں کسی کے حقوق پر قبضہ کرنے سے، اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کے مالک نہیں ہیں۔ شاید یہ ممکن ہے کہ قبضہ اور مطالبہ کی کمی اعلی مفادات اور زیادہ اہم مقاصد کی وجہ سے ہو۔ اس کی وضاحت درج ذیل جوابات میں کی جائے گی۔

3/2۔ جواب دو: قیادت کے تقاضوں کی تعمیل اور معاشرے کا صحیح انتظام

پہلا مقدمہ: خدا پرست رہنمائوں کی سب سے اہم اور مرکزی خصوصیت یہ ہے کہ وہ معاشرے کو چلانے میں صحیح کردار ادا کرتے ہیں۔

وضاحت: ایسے معاملات میں جہاں مینیجر خود کو ایسی صورت حال میں پاتا ہے جہاں اس کا فیصلہ دو چیزوں اور مصلحت کے گرد گھومتا ہے، اسے احتیاط سے سب سے اہم مصلحت کا انتخاب کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص ایسی حالت میں ہو کہ دو افراد یعنی ایک مسلمان اور دوسرا کافر ڈوب رہا ہے اور وہ ان میں سے صرف ایک کو بچا سکتا ہے تو ایک مسلمان کی جان بچانا ضروری ہے۔ اس معاملے کو اصول فقہ میں تزاحم و خروج کے باب میں اہم قاعدہ کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے۔ اس بنا پر ہم مندرجہ بالا سوال کے بارے میں کہہ سکتے ہیں:

ان حضرت کا فیصلہ دو مصلحتوں پر مبنی تھا:

ایک: فدک کو اس کی جائیداد میں واپس کرنے اور اس کی جائیداد کو کنٹرول کرنے کی مصلحت۔

دو: فتنہ گروں سے نمٹنے کی مصلحت جنہوں نے اسلامی معاشرے کے وجود کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔

مولا علی علیہ السلام کے دور میں اگر کسی کے پاس ادنیٰ سا مطالعہ ہو تو وہ واضح طور پر دیکھے گا کہ معاہدہ جمال کو توڑنے والے لیڈروں سے نمٹنا، خوارج کے انحرافات سے نمٹنا اور بدی اور فتنہ کے محور یعنی معاویہ بن ابی سفیان سے نمٹنا امام علی علیہ السلام کا اہم ترین فیصلہ تھا کہ ان گروہوں سے نمٹنے کا مقصد ایک طاقتور مرکزی حکومت کے قیام، نظم و نسق اور سماجی تحفظ کو برقرار رکھنے، اسلام میں بنیادی انحرافات کا مقابلہ کرنے اور تمام لوگوں کی رہنمائی اور خوشی کی ضمانت کے علاوہ کوئی اور ہدف نہیں ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ شیعہ اور سنی کی صحیح السنۃ کی روایات کی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین گروہوں سے نمٹنے کے لیے اپنی حکومت کا نقشہ بیان کیا تھا:

پہلی روایت:

4675 - حدثنا أبو بكر بن بالويه ثنا محمد بن يونس القرشي ثنا عبد العزيز بن الخطاب ثنا علي بن أبي فاطمة عن الأصبغ بن نباتة عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه قال : سمعت النبي صلى الله عليه و سلم يقول لعلي بن

أبي طالب : تقاتل الناكثين و القاسطين و المارقين بالطرقات و النهروانات و بالشعفات قال أبو أيوب : قلت : يا رسول الله مع من نقاتل هؤلاء الأقوام قال : مع علي بن أبي طالب».

اصبغ بن نباتہ نے ابو ایوب انصاری سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی بن ابی طالب علیہ السلام سے فرماتے سنا: "مستقبل میں تم ناکثین، مارکین اور قاسطین سے طرقات، نہروانات اور شعفات میں لڑو گے"! ابو ایوب نے کہا: میں نے کہا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ہم ان قبائل [قاسطین اور...] کس کے ساتھ لڑیں گے؟" فرمایا: علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ۔

حاكم نيشابورى، محمد بن عبدالله أبو عبدالله، المستدرك على الصحيحين،ج3، ص 150، ناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، چاپ اول، 1411 – 1990، تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا، 4جلد، به همراه: تعليقات الذهبي في التلخيص.

دوسری روایت:

10054 - حدثنا الهيثم بن خالد الدوري ثنا محمد بن عبيد المحاربي ثنا الوليد بن حماد عن أبي عبد الرحمن الحارثي عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله قال : أمر علي بقتال الناكثين والقاسطين والمارقين

عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کو ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا۔

طبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب، المعجم الكبير، ج10، ص 91، ناشر: مكتبة العلوم والحكم، الموصل، چاپ اول، 1404 – 1983، تحقيق: حمدي بن عبدالمجيد السلفي، 20 جلد

دوسرا مقدمه: چیلنجوں اور تنازعات سے نمٹنے کے لیے درست انتظام کا تقاضا ہے کہ ایک قابل مدیر "کم اہم" معاملات سے نمٹنے سے گریز کرے اور اپنے تمام اختیارات اور سہولیات کو "اہم ترین مفادات" کے حصول اور "بنیادی بدعنوانیوں" کو ختم کرنے کی سمت میں متحرک کرنا اور اندرونی قوتوں کی صفوں میں کسی بھی قسم کے انتشار اور تقسیم کو روکنا. اگر کوئی مدیر "اہم معاملات" اور "بہت زیادہ بدعنوانی کے ساتھ خطرات" ہونے کے باوجود "کم اہمیت" اور "کم بدعنوانی" کے معاملات سے نمٹتا ہے تو اس نے بلاشبہ غلطی کی ہے اور یقینی طور پر مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکے گا اور معاشرے، مذہب، عوامی خوشی اور عوام کی سلامتی وغیرہ کو بگاڑ دیا ہے۔

نماز تراویح کے مشہور واقعہ میں یہ حقیقت امیر المومنین علیہ السلام کے انتظام میں واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ سقیفہ تحریک کے پرچار کے ساتھ، شیخین سنت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے متعارف کرایا گیا۔

جب اسے اپنے کچھ عہد کرنے والوں کی طرف سے "وَا عُمَرَاهْ وَا عُمَرَاه" کی پکار کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے تراویح کی نماز پڑھنے کی بدعنوانی کے مقابلے میں "حفظ وحدت" اور "سب سے بڑے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے افواج کو جمع کرنے" کو ترجیح دی۔

227- 30- عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ فَضَّالٍ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ الْمَدَائِنِيِّ عَنْ مُصَدِّقِ بْنِ صَدَقَةَ عَنْ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي رَمَضَانَ فِي الْمَسَاجِدِ قَالَ لَمَّا قَدِمَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع الْكُوفَةَ أَمَرَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ ع أَنْ يُنَادِيَ فِي النَّاسِ لَا صَلَاةَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي الْمَسَاجِدِ جَمَاعَةً فَنَادَى فِي النَّاسِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عليه السلام بِمَا أَمَرَهُ بِهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع فَلَمَّا سَمِعَ النَّاسُ مَقَالَةَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ صَاحُوا : وَا عُمَرَاهْ وَا عُمَرَاهْ فَلَمَّا رَجَعَ الْحَسَنُ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع قَالَ لَهُ: مَا هَذَا الصَّوْتُ؟ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ النَّاسُ يَصِيحُونَ وَا عُمَرَاهْ وَا عُمَرَاهْ! فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام : قُلْ لَهُمْ صَلُّوا.

فَكَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام أَيْضاً لَمَّا أَنْكَرَ أَنْكَرَ الِاجْتِمَاعَ وَ لَمْ يُنْكِرْ نَفْسَ الصَّلَاةِ فَلَمَّا رَأَى أَنَّ الْأَمْرَ يَفْسُدُ عَلَيْهِ وَ يَفْتَتِنُ النَّاسُ أَجَازَ وَ أَمَرَهُمْ بِالصَّلَاةِ عَلَى عَادَتِهِمْ فَكُلُّ هَذَا وَاضِحٌ بِحَمْدِ اللَّهِ.

صدقہ بن عمار بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے رمضان المبارک میں مساجد میں نماز تراویح پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا: جب امیر المومنین علی علیہ السلام کوفہ پہنچے تو انہوں نے حسن بن علی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں ندا دیں کہ رمضان کے مہینے میں مسجد میں باجماعت نماز (تراویح) نہ پڑھیں۔ چنانچہ امام نے لوگوں کے درمیان اعلان کیا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے کیا فرمایا؛ جب لوگوں نے امام حسن علیہ السلام کی تقریر سنی تو پکار اٹھے کہ اے عمر! اے عمر! [کیونکہ نماز تراویح عمر کی تخلیق میں سے ایک تھی] جب امام حسن علیہ السلام امیر المؤمنین کے پاس واپس آئے تو امیر علیہ السلام نے پوچھا: "یہ کیا آواز ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "اے امیر المومنین علیہ السلام، لوگ چیخ رہے ہیں: ہائے عمر، ہائے عمر! حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ان سے کہو کہ نماز پڑھیں۔

شیخ طوسی نے درج ذیل روایت لکھی ہے:

"امیر المومنین علیہ السلام کا انکار اس صورت میں یہ ان کا اجتماع اور باجماعت نماز کا انکار تھا۔ اس نے نماز سے انکار نہیں کیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ نماز تراویح پر پابندی لگانے سے لوگوں میں فساد اور فتنہ پھیلے گا تو آپ نے انہیں اپنی عادت کے مطابق نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ تمام معاملات واضح ہیں۔

طوسی، محمد بن الحسن، تهذيب الأحكام (تحقيق خرسان)، ج3 ؛ ص70، تهران، چاپ: چهارم، 1407 ق.

نتیجہ: مندرجہ بالا شرائط پر غور کرنے سے، امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے فدک پر قبضہ نہ کرنے کی حکمت ان کے دور حکومت میں واضح ہو جاتی ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے اس طرز انتظام کی تائید میں اہل السنۃ کے منابع میں احادیث موجود ہیں۔ امام شافعی اور بیہقی - جو سب سے بڑے اہلسنت فقہا اور علماء میں سے ہیں - نے نقل کیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ذی القربی کے خمس میں حصہ کے بارے میں عبداللہ بن عباس کے سوال کے جواب میں فرمایا:

4172 - قال الشافعي : أخبرنا ، عن جعفر بن محمد ، عن أبيه ، أن حسنا ، وحسينا ، وابن عباس ، وعبد الله بن جعفر سألوا عليا بقسم من الخمس ، قال: «هُوَ لَكُمْ حَقٌّ، وَلَكِنِّي مُحَارِبُ مُعَاوِيَةَ، فَإِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُمْ حَقَّكُمْ مِنْهُ».

یہ خمس تمہارا حق ہے (ذی القربی)؛ لیکن اس وقت میں معاویہ کے ساتھ لڑائی میں مصروف ہوں، اگر تم خمس کے حق سے دستبردار ہونا چاہتے ہو۔

بيهقي، أحمد بن الحسين، معرفة السنن والآثار،ج9، ص 271، محقق: عبد المعطي أمين قلعجي، ناشر: جامعة الدراسات الإسلامية و دار والوعي و دار قتيبة، كراتشي و حلب و دمشق، چاپ اول، سال نشر:1412هـ ، 1991م، 15 جلد

اس روایت کے مطابق:

اول: حضرت علی علیہ السلام نے تصریح فرمائی ہے کہ مالی تنازعات میں میرے اور اہل بیت علیہم السلام کے حقوق ہیں۔ اور اس لیے اس نے سابقہ خلفاء کے اجتہاد کو کسی بھی طرح قبول نہیں کیا۔

دوم: امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے مالی حقوق میں سے کچھ لینے میں جس وجہ سے عمل نہیں کیا، وہی مناسب انتظام کا تقاضا ہے جو بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے معاویہ نامی ایک بڑی رکاوٹ کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ معاویہ نے ہزاروں لوگوں کو قتل کرنے اور قتل کرنے کے علاوہ مرکزی حکومت کی بنیاد کو بھی خطرہ میں ڈال دیا تھا۔ مثال کے طور پر اپنے ایک جرم میں بسر بن ارطاۃ نے معاویہ کے حکم پر تیس ہزار مسلمانوں کے سر کاٹ دیے! اس نے لوگوں کے ایک گروہ کو زندہ جلا دیا!! اس نے لوگوں کی تمام املاک لوٹ لی اور ان کے شہروں کو تباہ کر دیا:

«... وَ رَجَعَ بُسْرٌ فَأَخَذَ عَلَى طَرِيقِ السَّمَاوَةِ حَتَّى أَتَى الشَّامَ فَقَدِمَ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَحْمَدُ اللَّهَ فَإِنِّي سِرْتُ فِي هَذَا الْجَيْشِ أَقْتُلُ عَدُوَّكَ ذَاهِباً وَ رَاجِعاً لَمْ يُنْكَبْ رَجُلٌ مِنْهُمْ نَكْبَةً فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: اللَّهُ فَعَلَ ذَلِكَ لَا أَنْتَ وَ كَانَ الَّذِي قَتَلَ بُسْرٌ فِي وَجْهِهِ ذَاهِباً وَ رَاجِعاً ثَلَاثِينَ أَلْفاً وَ حَرَقَ قَوْماً بِالنَّارِ وَ قَالَ الشَّاعِرُ وَ هُوَ ابْنُ مُفَرِّغٍ:

إِلَى حَيْثُ سَارَ الْمَرْءُ بُسْرٌ بِجَيْشِهِ فَقَتَّلَ بُسْرٌ مَا اسْتَطَاعَ وَ حَرَّقَا

ثقفی، ابراهیم بن محمد بن سعید بن هلال، الغارات (ط - القديمة)، ج2، 441، قم، چاپ: اول، 1410 ق.

"... بسر بھی لوٹا اور سماوہ کی طرف چل پڑا اور شام چلا گیا۔ جب وہ معاویہ کے پاس پہنچے تو فرمایا: "اے وفاداروں کے سردار، میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں اس لشکر کے ساتھ گیا جو تو نے مجھے دیا تھا اور راستے میں اور واپسی میں اپنے دشمنوں کو مار ڈالا۔ جبکہ اس فوج کے کسی فرد کو بھی نقصان نہیں پہنچا۔" معاویہ نے کہا: "یہ خدا نے کیا، تم نے نہیں!" اس چکر میں بسر کے مارے جانے والوں کی تعداد تیس ہزار تھی۔ ایک قبیلہ کو بھی جلا دیا گیا اور شاعر ابن مفرغ نے اس کے بارے میں کہا: "جہاں بھی اس نے اپنی فوج کو منتقل کیا یہاں تک کہ وہ اسے مارنے اور آگ لگادیا..."

ثقفی، ابراهیم بن محمد بن سعید بن هلال، الغارات / ترجمه آیتی ؛ ص232 - تهران، چاپ: دوم، 1374 ش.

یہ جرم معاویہ کے ہزاروں جرائم میں سے کچھ ہیں۔ ان حالات کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہیے تھا کہ اپنی حکومت کی تمام طاقت، سہولتیں اور توجہ معاشرے میں پھیلی فتنہ و فساد کے سرغنہ یعنی

معاویہ کو ختم کرنے کے لیے استعمال کرتے۔ معاویہ، شجرہ خبیثہ کے محور کے طور پر، ایک خطرہ تھا جس نے حکومت کی بنیاد کو نشانہ بنایا۔ اس بڑے خطرے کے باوجود، کم اہمیت کے مسائل سے نمٹنا اور بعض اوقات پسماندگی اختیار کرنا حکمت، مصلحت اور درست اور ہوشیار انتظام کے خلاف ہے۔

جن اہلسنت منابع نے اس کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ اہل بیت علیہم السلام کے روایتی منابع میں بھی اس حقیقت کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ مولا علی علیہ السلام نے اپنے دور حکومت میں بدعت کی تعریف، اس کی جڑیں اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح سنت سے متصادم ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سابق خلفائے راشدین کے دور میں ہونے والی متعدد بدعتوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

«... ثُمَّ أَقْبَلَ بِوَجْهِهِ وَ حَوْلَهُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَ خَاصَّتِهِ وَ شِيعَتِهِ فَقَالَ قَدْ عَمِلَتِ الْوُلَاةُ قَبْلِي أَعْمَالًا خَالَفُوا فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ صلی الله علیه و آله مُتَعَمِّدِينَ لِخِلَافِهِ نَاقِضِينَ لِعَهْدِهِ مُغَيِّرِينَ لِسُنَّتِهِ وَ لَوْ حَمَلْتُ النَّاسَ عَلَى تَرْكِهَا وَ حَوَّلْتُهَا إِلَى مَوَاضِعِهَا وَ إِلَى مَا كَانَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلی الله علیه و آله لَتَفَرَّقَ عَنِّي جُنْدِي حَتَّى أَبْقَى وَحْدِي أَوْ قَلِيلٌ مِنْ شِيعَتِيَ الَّذِينَ عَرَفُوا فَضْلِي وَ فَرْضَ إِمَامَتِي مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صلی الله علیه و آله أَ رَأَيْتُمْ لَوْ أَمَرْتُ بِمَقَامِ إِبْرَاهِيمَ علیه السلام فَرَدَدْتُهُ إِلَى الْمَوْضِعِ الَّذِي وَضَعَهُ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه و آله وَ رَدَدْتُ فَدَكاً إِلَى وَرَثَةِ فَاطِمَةَ علیها السلام وَ رَدَدْتُ صَاعَ رَسُولِ اللَّهِ صلی الله علیه و آله كَمَا كَانَ...»

كلينى، محمد بن يعقوب، الكافي (ط - الإسلامية)، ج8 ؛ ص59، تهران، چاپ: چهارم، 1407 ق.

"... پھر وہ اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہوا جو اس کے خاندان اور رشتہ داروں اور اس کے شیعوں کا ایک گروہ تھا اور کہا: مجھ سے پہلے کے حکمرانوں نے ایسے کام کیے جن میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور جان بوجھ کر خلاف راستہ اختیار کیا اور عہد شکنی کی اور اپنی روایت اور طریقہ کو بدل دیا۔اور اگر میں لوگوں کو مجبور کرنا چاہوں کہ وہ ان کو چھوڑ دیں اور انہیں ان کے اصل مقام پر لوٹائیں اور جس ترتیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل و عیال کے زمانے میں تھا، میں اس بات کا انتظام کروں گا کہ میرے اردگرد لشکر منتشر ہو جائیں تاکہ میں اپنے یا میرے چند شیعوں کے سوا تنہا نہ رہوں جنہوں نے میری فضیلت کو تسلیم کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور خدا کی سنت سے میری فضیلت کو تسلیم کیا ہے اس پر باقی رہنا چاہیے۔ (یہاں امیر المومنین علیہ السلام نے مثال کے طور پر ان امور کا انتخاب کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے تھے، اور ابوبکر، عمر اور دوسرے خاص کر عمر نے ان میں تبدیلی کی تھی فرماتے ہیں:) اگر تم دیکھتے ہو کہ میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام کو اس کی اصل جگہ پر واپس کرنے کا حکم دیتا جہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسے رکھا تھا (اور عمر اسے اس کی موجودہ جگہ پر لے آئے)۔ اور میں فدک (جو ابوبکر نے فاطمہ سلام اللہ علیہا سے لیا تھا) فاطمہ سلام اللہ علیہا کو واپس کر دوں گا۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کو اسی طرح جس طرح تھا لوٹاتا دوں (صع وہ پانی تھا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل خانہ غسل کرتے تھے، اور اس کی مقدار چھ تولے تھی، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدار کو بہت کم سمجھا، اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ آئیں گے جو اسے بہت کم سمجھیں گے)۔

كلينى، محمد بن يعقوب، الروضة من الكافي / ترجمه رسولى محلاتى، ج1 ؛ ص85 - تهران، چاپ: اول، 1364 ش.

«...(و رددت فدك الى ورثة فاطمه عليها السلام) دل على أنه عليه السلام لم يرد فدك فى خلافته لافضائه الى الفساد و التفرقة فلا ترد ما أورده بعض العامة من أن أخذ فدك لو لم يكن حقا لرده عليه السلام فى خلافته...»

"اور میں فدک (جو ابوبکر نے فاطمہ سلام اللہ علیہا سے چھین لیا تھا) کو فاطمہ سلام اللہ علیہا کی میراث میں واپس کر دوں گا۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے اپنے دور حکومت میں فدک کو واپس نہیں لیا کیونکہ اس سے فساد اور تفرقہ پیدا ہوتی۔ اور یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ "اگر فدک مولا علی علیہ السلام کا حق ہوتا تو وہ اپنی خلافت میں اسے واپس لے لیتے" یہ بے بنیاد بات ہے۔

مازندرانى، محمد صالح بن احمد، شرح الكافي-الأصول و الروضة (للمولى صالح المازندراني) ج11 ؛ ص372، - تهران، چاپ: اول، 1382 ق.

3/3۔ جواب تین: فدک کی جائیداد کے حصول اور تحریک سقیفہ کے خلاف فاطمی قیام کی حکمت کے درمیان تنازعہ

پہلا مقدمہ: صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی طرف سے فدک کا مطالبہ اور اس کے نتیجے میں اس کے غاصبوں کے خلاف ان کا غصہ، خلافت کو غصب کرنے میں سقیفہ کے عمل کو بدنام کرنے اور اہل بیت علیہم السلام کے ظلم و جبر کو ثابت کرنے اور ان کے خلیفہ کے حق کو ثابت کرنے کے لیے کیا گیا۔ امام کاظم علیہ السلام اور ہارون الرشید کے قصہ میں یہ معاملہ بالکل واضح ہے۔ اور اسی بنا پر امام علیہ السلام نے فدک کی مقدار کو اسلامی حکومت کے تمام دائروں میں شمار کیا، جو ان کے خلافت اور الہی حکومت کے حق کا ایک اور اظہار ہے، جو انہیں الہی متن کے ذریعہ دیا گیا ہے۔

وَ فِي كِتَابِ أَخْبَارِ الْخُلَفَاءِ أَنَّ هَارُونَ الرَّشِيدَ كَانَ يَقُولُ لِمُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عليه السلام خُذْ فَدَكاً حَتَّى أَرُدَّهَا إِلَيْكَ فَيَأْبَى حَتَّى أَلَحَّ عَلَيْهِ فَقَالَ عليه السلام لَا آخُذُهَا إِلَّا بِحُدُودِهَا قَالَ وَ مَا حُدُودُهَا قَالَ إِنْ حَدَدْتُهَا لَمْ تَرُدَّهَا قَالَ بِحَقِّ جَدِّكَ إِلَّا فَعَلْتَ قَالَ أَمَّا الْحَدُّ الْأَوَّلُ فَعَدَنُ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ الرَّشِيدِ وَ قَالَ إِيهاً قَالَ وَ الْحَدُّ الثَّانِي سَمَرْقَنْدُ فَارْبَدَّ وَجْهُهُ وَ الْحَدُّ الثَّالِثُ إِفْرِيقِيَةُ فَاسْوَدَّ وَجْهُهُ وَ قَالَ هِيهِ قَالَ وَ الرَّابِعُ سِيفُ الْبَحْرِ مِمَّا يَلِي الْجُزُرَ وَ أَرْمِينِيَةَ قَالَ الرَّشِيدُ فَلَمْ يَبْقَ لَنَا شَيْءٌ فَتَحَوَّلْ إِلَى مَجْلِسِي قَالَ مُوسَى قَدْ أَعْلَمْتُكَ أَنَّنِي إِنْ حَدَدْتُهَا لَمْ تَرُدَّهَا فَعِنْدَ ذَلِكَ عَزَمَ عَلَى قَتْلِهِ وَ فِي رِوَايَةِ ابْنِ أَسْبَاطٍ أَنَّهُ قَالَ: أَمَّا الْحَدُّ الْأَوَّلُ فَعَرِيشُ مِصْرَ وَ الثَّانِي دُومَةُ الْجَنْدَلِ وَ الثَّالِثُ أُحُدٌ وَ الرَّابِعُ سِيفُ الْبَحْرِ فَقَالَ هَذَا كُلُّهُ هَذِهِ الدُّنْيَا فَقَالَ هَذَا كَانَ فِي أَيْدِي الْيَهُودِ بَعْدَ مَوْتِ أَبِي هَالَةَ فَأَفَاءَهُ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ بِلَا خَيْلٍ وَ لا رِكابٍ فَأَمَرَهُ اللَّهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى فَاطِمَةَ عليها السلام

کتاب "اخبار الخلفاء" میں ہے کہ ہارون الرشید امام کاظم علیہ السلام سے کہا کرتے تھے: "فدک لے لو میں تمہیں واپس کر دوں گا۔" انہوں نے قبول نہیں کیا یہاں تک کہ اس نے بہت اصرار کیا، امام علیہ السلام نے فرمایا: میں فدک کو اس وقت تک نہیں لوں گا جب تک کہ تم اسے اس کی تمام حدود کے ساتھ واپس نہ کرو۔ اس نے کہا: "اور اس کی حد کہاں ہے؟" اپ نے فرمایا: "اگر میں بتاؤں تو تم نہیں دو گے۔" اس نے کہا: "میں تمہارے جد کے حق کی قسم کھاتا ہوں اس کی حدود تعین کرو۔" اپ نے فرمایا: ”پہلی سرحد عدن ہے“! ہارون الرشید کا چہرہ تذبذب کا شکار ہو گیا اور بولا: ”بتاؤ۔ فرمایا: ”دوسری سرحد سمرقند ہے“! ہارون الرشید کا چہرہ خاکستر ہوگیا، اپ نے فرمایا: ”تیسری سرحد افریقہ ہے“! ہارون الرشید کا منہ کالا ہو گیا اور اس نے کہا: ”بتاؤ۔

انہوں نے کہا: "چوتھی سرحد سیف البحر ہے جو کہ الجزائر اور آرمینیا کی سرحد ہے۔" ہارون الرشید نے کہا: "ہمارے پاس کچھ نہیں بچا، تو آکر میری جگہ بیٹھ جاؤ۔" حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے کہا اگر میں اس کی حدود کا تعین کر دوں تو تم اسے واپس نہیں کرو گے۔ اسی وقت ہارون نے اپ کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ ابن اسباط کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ انہوں نے کہا: "پہلی سرحد مصر کی عریش، دوسری سرحد دمہ الجندل، تیسری سرحد احد اور چوتھی سرحد سیف البحر ہے۔" ہارون الرشید نے کہا: "کہ یہ ساری دنیا ہے۔" امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ زمینیں ابی ہالہ کی وفات کے بعد یہودیوں کے قبضے میں تھیں اور خدا نے انہیں بغیر کسی جنگ، لڑائی اور مہم کے اپنے رسول کو دے دیا تھا اور خدا نے حکم دیا تھا کہ وہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو دے دیں۔

ابن شهر آشوب مازندرانی، محمد بن علی، مناقب آل أبي طالب علیهم السلام ، ج4، ص 320، قم، چاپ: اول، 1379 ق.

لہٰذا فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی قیام منافقین کے سرداروں کے خلاف اور ان کی رسوائی ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ اور ایک بڑا سوالیہ نشان رہے گی۔

دوسرا مقدمہ: حضرت علی علیہ السلام کے دور میں عوام الناس میں غالب فکر جو کہ ابتدائے اسلام کے بہت سے حقائق سے ناواقف تھی، سابق خلفائے راشدین کی خلافت کا جواز تھا۔ سقیفہ جماعت کے وسیع تر پروپیگنڈے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں مثلاً سلمان، مقداد، ابوذر وغیرہ کی اشاعت پر پابندی اور سنسر شپ کی پالیسی سے اکثر لوگوں کا عقیدہ تھا کہ سابقہ خلفاء کی خلافت بغیر کسی مسائل کے جائز تھی۔

نتیجہ: اگر امیر المومنین علی علیہ السلام اپنی حکومت کے دوران فدک کی جائیداد پر قبضہ کر لیتے تو اہل بیت علیہم السلام اور تحریک سقیفہ کے درمیان تنازعات معمولی مالی فرق تک کم ہو جاتے۔ اس لیے ان کا عدم قبضہ فاطمی قیام کے ساتھ مکمل طور پر مطابقت رکھتا تھا، اس سے متصادم نہیں۔ بلاشبہ حکومت کے دوران فدک کی جائیداد حاصل نہ کرنے کی حکمتوں میں سے ایک حکمت کو امیر المومنین علیہ السلام کی طرف اموی جماعت کی دوستی کے الزام کی بنیادوں کو ختم کرنا سمجھا جا سکتا ہے۔